

سیرت نبویؐ پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات

ڈاکٹر محمد الیسین منظر صدیقی

مغرب پر شخصیتوں اور تحریکوں کے دوامی اثر کی اگر کوئی جامع تاریخ مرتب کی جائے تو بغیر کسی شبہ و اختلاف کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سرفہرست نظر آئیں گے۔ ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کے آغاز اور عرب دنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال و انقلاب آفرین کامیابی سے مغرب ان دونوں ناموں سے آشنا ہوا اگرچہ یہ شناسائی دور کی تھی بلکہ ابھی اس تعارف و شناسائی نے اتنا کام نہ پایا تھا کہ اسلامی

سلحہ حیات نبویؐ میں مغربی دنیا سے اسلام اور غیر اسلام کا تعارف اس وقت ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک سفیر و مبلغ مشرقی رومی سلطنت کے حکمران وقت ہرقل (HERACLIUS) کے پاس بھیجا تھا ہرقل (عہد حکومت ۶۱۰ تا ۶۴۱ء) نے مذہبی اطاعت کی بجائے سیاسی دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق بعد ہی مکہ کے ایک سردار ابومضیان بن حرب سے ہرقل کی ملاقات ہوئی تھی جس میں دشمن کی زبان سے ان دونوں کا تعارف ہوا تھا ہرقل کی سلطنت ایشیا اور یورپ کے علاوہ افریقہ کے خاصے وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبوة،

سوم ص ۶۰، بخاری، صحیح، باب بدر الوحی کتاب الجہاد، باب دعار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مصر جلد اول ص ۳۱۷ اور گین THE DECLINE & FALL

فتوحات کا سیل بکراں مغربی اقدار کے مشرقی علاقوں کو روندنا ہوا مغربی یورپ کے کئی حصوں پر چھا گیا اسلامی عروج و قوس میں ان ابتدائی دروہدیوں میں بقول باسور تھامس ”عیسائی دنیا تو اسلام کو سمجھ سکی اور نہ اس پر تنقید کر سکی، بس تھراتی اور حکم یالاتی رہی۔“ لہٰذا لیکن آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں جب مسلمان فاتحوں کے بڑھتے ہوئے قدم فرانس کے وسط میں روکے گئے تو مغربی اقوام نے پلٹ کر فاتحین، ان کے مذاہب اور ان کے رسول پر غائر نظر ڈالی۔ اس کے دو متضاد مگر دل چسپ رد عمل ہوئے۔ ایک مثبت رد عمل تھا۔ یہ ان لوگوں کا رد عمل تھا جو اسلامی فتوحات کے ریلے میں پیدا ہونے والی فکری و علمی تلخیوں، سیاسی بالوسعیوں اور قومی ذلتوں کے باوجود اسلامی تعلیمات سے صحیح طور سے واقف ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس کا واحد رد عمل قبول اسلام کی شکل میں ہو سکتا تھا اور حقیقت میں ہی ہوا بھی۔ افسوس کہ اس رد عمل کا تحریری ثبوت ہم تک نہیں پہنچ سکا لیکن یورپی اقوام اور مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت اسی رد عمل کے سبب ہوئی تھی۔ دوسرا رد عمل منفی تھا۔ اور ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام سے پوری طرح واقف ہونے اور ان کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ اپنے مذہب کی آنکھ سے اسلام سے سیاسی آویزش کی روشنی میں قومی تعصب کی عینک سے دیکھا اور ان کو حقیقت میں اپنی ہی تصویر نظر آئی۔

آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عجیب و غریب خیالات پیدا ہوئے جنہوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ کے قصوں، رزمیہ کہانیوں اور گیتوں وغیرہ پر مشتمل ادب میں راہ پائی۔ دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں پھیلاؤ پختہ ہوئے۔ ان صدیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یورپ نے ایک بت، ایک صنم اور ایک خدا میں تبدیل کر دیا۔ یہ ایک طلائی بت تھا جس کی طرف پرستش ہی نہیں کی جاتی تھی بلکہ اس پر انسانی جانوں کی بھینٹ بھی چڑھائی جاتی تھی۔ عیسائی مصنفین کے نزدیک پورا

رہ محمد بن محمد بن ازم، لندن ۱۸۵۶ء، ص ۵۵۔ باسور تھامس، مذکورہ بالا، ص ۵۷-۵۸۔ عیسائی مصنفین کا یہ جو سائنس بت مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا جن میں سے چند یا قوم، مافونیک یا مونیٹ (Bafonnet, Moumet) تھے۔

عالم اسلام اس نئی بت پرستی میں مبتلا تھا۔ ایک یورپی مصنف رینان نے اپنی تاریخ مذاہب عالم میں اس عہد کے کئی مصنفوں اور شاعروں کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ ٹرین کے رومان (ROMANCE) اور فرانس کے قومی رزمیہ SONG OF ROLAND میں محمدؐ بت شکن و موحد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوتا کے روپ میں دکھایا گیا ہے۔ فرانس کے ایک اسیویں صدی عیسوی کے مصنف ہنری دی کاستری (HENRI DE CASTERI) کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ تین خداؤں میں سے ایک تھے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ آغاز اسلام سے اس جدید عہد تک پیغمبر اسلام کے بارے میں جو یورپی تصورات و خیالات پیدا ہوئے ان پر ناواقفیت اور تعصب کی طبع کاری کے علاوہ عیسائی نظریہ تثلیث اور دوسرے دینی عقائد کی گہری چھاپ تھی۔

بارہویں صدی عیسوی میں مومث دیوتا (GOD MAHOMET) کو بانی بدعات مومیٹ (HERESIARCH MAHOMET) میں تبدیل کر دیا گیا اور اسی حیثیت سے اس کو دانٹے (DANTE) کے ڈرامے کے ایک INFERNO میں نمایاں کیا گیا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں یہی صورت حال قائم رہی اور پھر بافومیٹ (BAPHOMET) کے رواؤں میں جو چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں مقبول عوام و خواص تھے ہر امکانی جرم و گناہ اخلاقی برائی و پستی اور مذہبی اور سماجی مذلت کا پیکر اس بانی بدعات کو قرار دے دیا گیا۔ پھر یورپ میں اصلاحی تحریک (REFORMATION) کے علمبرداروں کے ہاتھوں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصاف نہ ہوا اور اس دنیا کے سب سے بڑے مصلح کو دینی تعصب اور جہالت کی بنا پر بدترین رنگوں میں پیش کیا گیا۔ لوٹھر (۱۵۱۷-۱۵۴۶ء) کے خیال میں پوپ لیو دہم (LEO X) جس نے اپنا خزانہ بھرنے کے لیے "مغفرت" نامی

۱۵۷۰ء ETUDES D' HISTOIRE RELIGIEUSE ۲۲۲ء بحوالہ ماسور تھ اسمتھ ۱۵۷۰ء

۱۵۷۰ء بحوالہ شیلی نمائی، سیرت النبی، اول، طبع سوم، اعظم گڑھ، ۱۵۷۰ء ان تین خداؤں کے نام تھے: اول ماہوم یا ماہون، یا نومیڈ (یعنی حمیڈ)، دوسرے اپلین اور تیسرے طرماکان۔ ۱۵۷۰ء رینان مذکورہ بالا

۲۲۲ء بحوالہ ماسور تھ اسمتھ ۱۵۷۰ء ایضاً

جاری کیے تھے زیادہ بہتر شخص اور مذہبی رہتا تھا دوسرے مصلحین مغرب لو تھرتے زیادہ انصاف پسند اور واقف حقیقت ثابت نہ ہونے بلکہ انہوں نے زیادہ ناواقفیت اور تعصب کا ثبوت دیا۔ یورپ کی اصلاحی تحریک اور روشن خیالی کے دور میں بھی اس علمی مسئلہ پر تعصب اور جہالت کی تاریکی چھائی رہی۔ اور تمام احمقانہ و فاسقانہ خیالات کے علاوہ اس دورِ نور کے مغربی مصنفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرات مولیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مصدق تھے عیسیٰ دشمن (ANTI CHRIST) بنا کر پیش کیا اور اپنے محبوب ”بیمبر و آسمانی باپ کے عظیم فرزند“ کے دفاع میں اپنے اس خود ساختہ مخالف و حریف کو ”بیکر گناہ“ ”بانی بدعات“ اور ”گمراہ کن رہنما“ اور خدا معلوم نہ جانے اور کیا کیا روپ دئے اور نام دھرے۔ اسی رنگ و آہنگ میں سیرت نبوی میں یورپ کی تمام متمدن اور علمی زبانوں میں کتابیں، رسالے اور مضامین لکھے جاتے رہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک بہ استثنائے واحد (حیرت انگیز حقیقت ہے کہ یہ مستثنیٰ مصنف ایک یہودی میمونید (MAIMONIDES) تھا۔ ہر مغربی مصنف نے اپنے زعم مذہبی اور خیال خام میں نبی کا ذب (FALSE PROPHET) اور خادع و عسیر (IMPOSTER) ہی گردانا۔ انگریزی زبان میں اس زمانے میں سیرت نبوی پر لگائے گئے انداز کچھ جسد نہ تھا۔

سولہویں اور سترہویں صدی میں سیرت پر لگائے گئے مغرب کے لہجے میں خوشگوار تبدیلی اس وقت پیدا ہوئی جبکہ تمسخر اور استہزاء کی جگہ سنجیدگی کا رنگ پیدا ہونا شروع ہوا۔ اگرچہ اس کا عام انداز یورپ کے متعصبانہ فکر و نظر کا عکس ہی رہا تھا۔ سترہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں سرواٹھ رائے (SIR WALTER RALEIGH) کی تصنیف

۱۷ باسورہ اسمتھ ۱۷۵۹-۵۹۔ پوپ لیو دہم ان کو مغفرت نامے دیتا تھا جو اس کو روپیہ دیتے تھے۔ ان مغفرت ناموں میں خوش نصیب عیسائیوں کو جنت کی ضمانت دی جاتی تھی۔ ملاحظہ ہو محمد زکی، مغربی تہذیب: آغاز و انجام، علی گڑھ ۱۹۷۱ء، ص ۲۱۷

جو LIFE AND DEATH OF MAHO ^{MET} کے عنوان سے لندن میں ۱۷۲۶ء میں شائع ہوئی غالباً اس عہد کی سب سے مشہور کتاب سیرت ہے جو سنجیدہ و متین لہجہ میں علمی انداز سے لکھی گئی۔ مگر اس صدی کی عیسائی دنیا کی نامائندہ تصانیف لانس لوٹ ایڈیسن (LANCLOTT ADDISON) کی کتاب

MAHUMEDISM OR AN ACCOUNT OF THE AUTHOR AND DOCTRINES OF THAT IMPOSTER (لندن ۱۷۹۹ء) اور اس کے زیادہ پہلے پریڈی (HUMPHREY PRIDEAUX) کی

MAHOMET (لندن ۱۷۹۶ء) ہیں اول الذکر کتاب ۲۲ ابواب پر مشتمل ۱۳۶ صفحات کی چھوٹی قطع کی مختصر سی کتاب ہے۔ ازاں تا آخر یعنی سرورق سے ملے تمت تک مصنف نے اپنے IMPOSTER کے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور

اس کے ثبوت میں سیرت النبی کے حقیقی اور غیر حقیقی واقعات و روایات سے دلائل فراہم کیے ہیں۔ یہ انتہائی غیر علمی اور غیر مہذب کتاب ہے۔ البتہ ہمہری پریڈی کی سیرت زیادہ مہذب اور نسبتاً سنجیدہ طرز میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے قارئین کے نام دیا ہے کہ ”اپنی تصنیف کا مقصد دین مسیح کی سرملندی اور آنحضرت کے دعوائے نبوت کی تردید اور آپ کو بدلائل IMPOSTER ثابت کرنا قرار دیا ہے۔“ لہٰذا عام

تاریخی و سوانحی حقائق کی بے شمار غلطیوں کے علاوہ مصنف اپنا اصل نظریہ بجز اراہب کی کہانی سے شروع کرتا ہے جس سے بقول مصنف آنحضرت نے سن رشد میں ملاقات کر کے مذہبی تجربات و حقائق سے واقفیت حاصل کی تھی مصنف کا نظریہ باطل اور خیال خام یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد دولت نے ابھارا کہ مکہ یا عرب دنیا کی حکومت

۱۔ مقدمہ ص ۱۷۱-۱۱۱۔ چند مثالیں حلف ہیں: نبی کریم کے شجرہ نسب میں کئی نام غلط لفظ کے ساتھ دیے گئے ہیں ص ۱۷۱ کے والد ماجد کی وفات کی تاریخ و ولادت نبوی کے دو سال بعد بتائی گئی ہے ص ۱۷۱ ملاقات بجز حضرت خدیجہ کا سامان تجارت لے جانے کے سفر کے دوران کا واقعہ بیان کیا گیا ہے ص ۱۷۱ معراج کی بات آپ کو حضرت عائشہ کے بستر پر دکھایا گیا ہے ص ۱۷۱

اور اقتدار اعلیٰ حاصل کیا جائے۔ لیکن چونکہ مکہ والوں کی نظر میں کردار اچھا نہ تھا اس لئے ان کے ذہن سے برائے نام ردور کرنے کے لیے ۲۸ سال سے ۴۰ سال تک عار حرام میں نقشب کی زندگی گزار کر نبوت کا دعویٰ پیش کیا۔ بزعم خود یہ دعویٰ دراصل ایک درپردہ سازش کا نتیجہ تھا جو خدیجہ اور ورقہ بن نوفل وغیرہ سے مل کر بنائی گئی تھی۔ یہ پھر لوگوں کو وعدوں اور وعیدوں کی بنیاد پر مسلمان بنایا گیا۔ قرآن مجید کی تدوین میں بحیرا اب عیسائی، عہدِ یہودی اور عبد اللہ بن سلام یہودی وغیرہ سے مدد لی گئی۔ یہ اور اس کے تین ایڈیشن نکالے گئے۔ ایک رسول کے زمانے میں، دوسرا عہدِ صلیبی میں سلیمہ کذاب کے قرآن کی نقل میں اور تیسرا عہدِ عثمانی میں۔ اور ان تینوں کے مصنف الگ الگ تھے۔ وہ جی کی حقیقت کو دورہ (FIT) اور TRANCE سے تعبیر کیا گیا۔ غزوات کا مقصد لوٹ مار، دولت کا حصول، انتقام اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا گیا۔ یہ اور آخر میں ازواجِ مطہرات کے حوالے سے سیرت و کردار پر تنقید کی گئی ہے۔ یہ کتاب کے مشمولات کا نسبتاً تفصیلی ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس عہد کے عیسائی اور یہودی مصنفین مغرب کے ذہنی رجحانات، اندازِ علمی، تاریخی دیانتداری اور خدمتِ علم و دین کے معیار کا اندازہ ہو جائے۔ ساتھ ہی بعد میں آنے والے مغربی سیرت نگاروں کے علمی و ذہنی رجحانات کو سمجھا جا سکے اور ان پر ان کے پیشروؤں کے خیالات کے اثرات کا پتہ لگایا جا سکے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے بیشتر مغربی مصنفین مثلاً ایبے مرکی (ABBE MARACCI) اور والٹیر (VOLTAIRE) وغیرہ نے اپنے مخصوص و معلوم نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے سیرت نبوی پر خامہ فرسائی کی۔ مؤخر الذکر نے ۱۷۴۷ء میں اپنے مشہور المیہ MAHOMET میں سیرت کا جو خاکہ پیش کیا وہ مغرب میں سکتے رواں بن گیا۔ اس

۲۲-۲۹	۲۱-۲۵	۱۲	۹-۱
۱۰-۱۱	۷۹-۹۵	۱۴-۱۵	۱۳-۱۹

فوق وار از تعصب کا پہلا علمی رد عمل اس وقت رونما ہوا جب ۱۷۲۳ء میں گینگ نیر (GAGNIER) نے آکسفورڈ سے چودھویں صدی عیسوی کے مسلمان مورخ ابوالفداء (متوفی ۱۳۲۲ء) کی سیرت نبوی کی بنیاد پر ایک علمی سیرت کا مقدمہ ترتیب دیا۔ اس وقت تک ابوالفداء کی مختصر کتاب سیرت ہی سیرت نبوی کا معلوم قدیم ترین اور سب سے صحیح ماخذ سمجھی جاتی تھی۔ مارگولیتھ کا یہ تبصرہ دل چسپ ہے کہ اتنے متاخر ماخذ سے انیسویں صدی کے مصنفین مطمئن نہیں تھے اور اس لیے وہ سیرت نبوی کے اور زیادہ قدیم ماخذ کی تلاش و جستجو میں تھے جس کے خوشگوار علمی نتیجے میں ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، بلاذری اور طبری وغیرہ جیسے ابتدائی اور قدیم ماخذ روشنی میں آئے۔ بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ گینگ نیر نے انگریزی زبان میں علمی انداز میں سیرت نبوی پر نگارش کی بنا ڈالی۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے ربح اول میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کئی اور انگریزی اور دوسرے مغربی مصنفین نے قلم اٹھایا۔ ان میں سرفہرست نام ڈی بولین ولیرز (DE BOULAIN VILLIERS) کا ہے جس نے اپنی کتاب LIFE OF MOHAMMAD میں عیسائیت پر اسلام کی برتری ثابت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دور اندیش و روشن خیال قانون ساز کے حیثیت سے پیش کیا جنھوں نے یہودیت اور عیسائیت کے پر بیج اور عقل شکن رسوم و روایات کے مقابلے میں ایک سمجھ میں آنے والا مذہب پیش کیا۔ یہی رویہ سیوری (SAVARY) کے ترجمہ قرآن میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ترجمہ آپ کو رسول ربانی نہیں مانتا تاہم اس کا معترف ہے کہ آپ دنیا کے عظیم ترین انسانوں میں سے تھے۔ سیوری کا ترجمہ قرآن ۱۷۵۷ء میں شائع ہوا تھا۔

سیرت نبوی پر انگریزی زبان میں مواد صرف آزاد مقالات، مضامین اور کتابوں میں ہی نہیں ملتا بلکہ بیگز، قرآن اور اسلام کے مطالعات میں دستیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۷۲۳ء میں قرآن کریم کے پہلے انگریزی ترجمہ سے جو رابرٹس ٹینیسس

(ROBERTUS RETENESIS) نے کیا تھا اس صدی کی چھٹی دہائی میں رچرڈ بیل (RICHARD BELL) اور جے آربری (J. ARBERRY) وغیرہ کے تراجم قرآن تک سیرت نبوی پر ایک تعارفی باب ضرور ہوتا ہے۔ ۱۷۲۹ء میں ایک فرانسیسی مترجم انڈر ڈی رائٹر (ANDRE DU RYER) کے فرانسیسی ترجمہ کا انگریزی ترجمہ ہوا لیکن نیا تراجم (ALEXANDER ROSS) نے کیا تھا سیرت کا مواد رکھتا ہے۔ ۱۷۹۳ء میں پہلی بار یورپ میں قرآن کریم کا عربی متن ابراہام ہینکلمن (ABRAHAM HINCKELMANN) نے شائع کیا اور اسی کی بنیاد پر اپنے وقت کے ایک مشہور وکیل جارج سیل (George Sale) نے ۱۷۳۴ء میں اپنا مشہور و مقبول عام و خاص ترجمہ قرآن پیش کیا جو صدیوں تک مستند، مقبول، بلکہ سنداعلیٰ مانا گیا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک سیل کے ترجمہ پر کم از کم انگریزی زبان میں اضافہ یا ترمیم نہیں کی جاسکی۔ بہر حال سیل نے انگریزی روایت و روش کے مطابق اپنی افتتاحی بحث (INTRODUCTOR DISCOURSE) میں سیرت نبوی کا خاکہ پیش کیا جس میں سیل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو NUMA اور THESEUS جیسے عظیم قانون سازوں اور مصلحوں کے ہم پل قرار دیا۔ اگرچہ ان میں سے بیشتر تراجم قرآنی کا اولین مقصد دین مسیح کی برتری و سرملندی اور دین اسلام کی کمتری ثابت کرنا تھا۔ تاہم سیل کے ترجمہ قرآن نے ایڈورڈ گبن کو اپنی مشہور زمانہ اور معرکہ الآرا کتاب ”زوال و سقوط روما“ (DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) کے لیے جو لندن سے ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان شائع ہوئی سیرت نبوی کا مواد فراہم کیا کیونکہ گبن عربی کے عالم نہ تھے۔

کتاب گبن کا یہ پچاسواں باب ہے جو اسلام کی آمد کے عنوان سے شروع ہوتا ہے اور ملک عرب کے حالات، عربوں کے کردار و مذہب کے تمہیدی حصوں کے

بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج، اصول اسلام، ہجرت، کافروں سے جنگ، وفات، کردار اور نجی زندگی اور آنحضرت کے اثرات کے جائزے سے بحث کرتا ہے۔ گبن کے دلکش، رواں دواں اور حسین اسلوب و طرزِ ادا کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے تاہم اس کا اعتراف کرنا علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ گبن نے بہت ہی مختصر، جامع اور نسبتاً معروضی اور فلسفیانہ انداز میں حیاتِ نبوی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ گبن کے مطالعہ سیرت کا ایک نمایاں وصف تقابلی مطالعہ ہے قدم قدم پر سیرتِ نبوی کے درخشاں پہلوؤں کا عیسائی اور یہودی مذاہب اور ان کے پیغمبرانِ کرام سے موازنہ کیا گیا ہے اور اکثر و بیشتر معاملات میں یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کی کہانی کا آغاز عیسائیوں کے اس الزام کی تردید شروع ہوتا ہے کہ آپ کا حسب نسب معمولی تعاجد امجد، والد ماجد اور خاندان کی مختصر اور مناسب تعریف کے بعد ابتدائی واقعات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی کو ایک خوبصورت مرحلہ قرار دیا گیا ہے اور شاملِ نبوی پر خاص گبن انداز میں تبصرہ ہے۔ اسلام کے آغاز کیلئے یہودی علماء یا عیسائی راہبوں کی تعلیمات کو بطور بنیاد نہیں مانا ہے اگرچہ گبن نے ہر طیبہ کے جزو اول کو ازلی وابدی حقیقت تسلیم کیا ہے مگر درجہ جزو کو لازمی اجزا (NECESSARY FICTION) سمجھا ہے۔ گبن کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ اسلام کا نظریہ توحید ہے اور اس سلسلہ میں اس نے یہودی اور عیسائی نظریہ یا عقیدہ خدا پر سخت تنقید کی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کے بارے میں گبن کا نقطہ نظر عالمانہ ہی نہیں ریاستدارانہ بھی ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں مخصوص گبن انداز کا ناقدانہ رنگ اور مسخرانہ لہجہ بھی بھلک جاتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی گبن کا مطالعہ سیرت اس وقت تک کے انگریزی ادب میں بلکہ آج بھی اپنے لہجہ و زبان کی چاشنی اور معروضی و علمی قدر و قیمت کی بنا پر منفرد مقام رکھتا ہے۔

لیکن انگریزوں یا انگریزی دانوں میں گبن کا مطالعہ سیرت اتنا مقبول نہ ہوا جتنا کارلائل کا خطبہ سیرت جو اس نے ۸ مارچ ۱۸۳۸ء کو لندن میں دیا تھا، باسور تھا۔ سمجھنا کہ یہ خیال صحیح ہے کہ نہ جانے کتنے لوگ انگشت بدندان رہ گئے ہوں گے جب کارلائل نے حضرت موسیٰ، حضرت الیاس وغیرہ کو اسرائیلی پیغمبران کرام کی بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب اپنے ایک ہیرو کے طور پر کیا جن کو اب تک یورپ میں (IMPOSTER) ہی سمجھا جاتا تھا۔ اس پر طوفان ستم یہ کہ کارلائل نے اپنے ہیرو کو "ممتاز ترین رسول" نہ سہی تاہم "رسول صادق والین" مان لیا تھا (۳)۔ نظریہ (IMPOSTER) کی زبردست تردید کی اور آپ کے خلوص نیت، خلوص کار اور خلوص مقصد کی پر زور حمایت و وکالت کی۔ ولادت نبوی کے وقت عربوں کی سماجی حالت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی پر گفتگو کرنے کے بعد کارلائل نے نسٹوری راہب سرجیس (SERGIUS) کے اسلام پر غیر اسلامی اثرات کے نظریہ کی تردید میں یہ دلیل دی کہ آپ کو سیریا کی زبان نہیں آتی تھی اور اتنی کچی عمر میں اتنی چکی باتیں سیکھ لینا اور پھر ان کا تیس سال بعد اظہار و تعبیر کرنا بعید از قیاس ہے۔ جبکہ ان تیس برسوں میں آپ کی صداقت و امانت کی شہادت، مرض بطحا کا ذرہ ذرہ سے چکا تھا حضرت خدیج سے آپ کی شادی کو نظریہ خارج کیا گیا کیونکہ کرنے والی دلیل قرار دیا ہے پھر وہ سیاسی اقتدار کے نظریہ (THEORY OF AMBITION) کی تردیدیں براہین قاطعہ دیتا ہے۔ کارلائل کو اسلام کا اصول فناءے نفس بہت پسند آیا تھا اور اگرچہ اس سلسلہ میں اپنے مذہب کی برتری کا قائل ہے تاہم اسلام اور دین مسیحی کو ردو جانے لگا نظر سے ایک دوسرے کا مصدق و مؤید سمجھتا ہے۔ گبن کے برعکس وہ کلمہ طیبہ کے

(۱) کارلائل (Carlyle) کا یہ مطالعہ سیرت اس کے مجموعہ خطبات - Hero and Hero worship مطبوعہ لندن ۱۸۴۱ء محمد اور محمد بن ادریس کے عنوان سے موجود ہے (۲) باسور تھا اسمتھ، (۳) ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ، صفحہ ۱۸۷ (۴) ایضاً صفحہ ۱۸۷ (۵) ایضاً صفحہ ۱۸۷-۱۸۶

دوسرے جہود کو بھی اس شعلہ نور کا حصہ و شراہ سمجھتا ہے جس نے ذات نبوی کو حرارت الہی سے بھر دیا تھا اور جس کا لازمی تقاضا تھا کہ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ نبی نوع انسان کو ظلمتوں سے نجات مل سکے۔ حیات نبوی کے ملکی واقعات پر تبصرہ کے بعد وہ مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلح جدوجہد کو حالات و واقعات کا منطقی نتیجہ گردانتا ہے مگر انتقامی کارروائی یا دولت و اقتدار کے حصول کا ذریعہ یا تبلیغ اسلام کا غیر مہذب حربہ نہیں سمجھتا۔ قرآن کریم کو وہ اگرچہ اس طرح وحی الہی نہیں تسلیم کرتا جس طرح کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تاہم وہ اس کے کلام ربانی ہونے اور خلوص و صداقت کا قائل ہے۔ معجزات کی سچائی کا اقرار کرتے ہوئے وہ کردار نبوی پر عیسائی الزامات کی تردید کرتا ہے اور آپ کی اعلیٰ اور کریم النفس ذات کی درخشاں خوبیوں کا بڑا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اسلام کو عیسیت کا ایک پرتو سمجھتا ہے لیکن اس کا خیال ہے کہ "وہ عظیم انسان ہمیشہ ایک صاحب فہم آسمانی بنا رہا اور تمام دنیا ایندھن کی مانند اس کی منتظر رہی کہ وہ اسی کے شعلہ نور سے جل کر گندن بن جائے"

دراصل کارلائل اور گن کارمانہ۔ انیسویں صدی عیسوی۔ سیرت نبوی اور اسلام کے مطالعہ کا زمانہ تھا جب مختلف مکاتیب فکر کے مصنفین و مقررین سرگرم عمل تھے۔ کتابوں، مقالوں اور مضامین کے علاوہ آئے دن سیرت اور اسلام پر خطبات و تقاریر مختلف ادبی و علمی مراکز میں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ یہ خطبات سیرت یا تو آپ کے دفاع میں ہوتے تھے یا آپ کی مخالفت و تردید میں یہ خطبات محمد اور اسلام (MUHAMMAD

AND MUHAMMADANISM) کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوتے رہے جس کا سلسلہ بیسویں صدی عیسوی تک چلتا رہا اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں یہ سلسلہ جاری ہے اور غالباً مدتوں تک جاری رہے گا۔ انیسویں صدی عیسوی میں بمپٹن خطبات (BAMPTON LECTURES) اور بعض عربی ذال علماء

۱۱، مثال کے طور پر ڈاکٹر ڈاؤٹ (DR. WHITE) نے جو آکسفورڈ کے ایک پابلیشر تھے اسلام اور پیغمبر اسلام پر انیسویں صدی کے آغاز میں (۱۸۷۰ء میں) بعض خطبات دئے تھے۔

مغرب کے اس موضوع پر خطبات ہوئے جن کا مقصد ایک تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہرافشانی یا آپ کی حمایت و مدح سرائی۔ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی باسورتھ اسمتھ کے چار خطبات سیرت میں جو "محمد اور محمدان ازم" کے نام سے رائل انسٹیٹیوشن آف گریٹ برٹین (ROYAL INSTITUTION OF GREAT BRITAIN) کے زیر انتظام لندن میں زوری - مارچ ۱۸۷۲ء کو دئے گئے تھے۔ ان میں پہلا تمہیدی خطبہ تھا، دوسرا سیرت نبوی پر تیسرا اسلام کی حقیقت و ماہیت پر اور چوتھا اسلام اور عیسائیت کا تقابلی مطالعہ۔ ہماری دل چسپی کا موضوع دوسرا خطبہ ہے جس میں پہلے مغرب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کے مختلف ادوار کا ایک عمدہ تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ ہے جو بہت دقیق ہے۔ پھر سیرت نبوی کے مختلف اہم پہلوؤں پر بڑے عالمانہ انداز سے بحث کی گئی ہے۔ بعثت نبوی کے وقت مختلف مذاہب عالم۔ دین ابراہیمی، پتھر صابیت اور عیسائیت۔ ان کے عربی اثرات، مکہ کا سماجی پس منظر، اسلام کا ارتقا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی مکی عہد، آغاز نزول وحی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مغربی دنیا کے الزامات اور ان کا علمی جواب دیا گیا ہے۔ سیرت و کردار نبوی میں ایسا مسلسل ہم آہنگی اور یکسانیت دکھائی گئی ہے اور اس الزام کی تردید کی گئی ہے کہ ہجرت کے بعد آپ کے اخلاق و کردار میں کسی قسم کا زوال رونما ہوا تھا۔ غالباً یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ کارلائل نے ربع صدی پہلے جو کچھ کہا تھا اس کو ایک زیادہ اچھے اور عمدہ اسلوب میں باسورتھ اسمتھ نے پیش کیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کارلائل کا انداز خطیبانہ ہے، باسورتھ اسمتھ کا نسبتاً عالمانہ اور ناقدانہ۔

سلسلہ خطبات میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا رد و سکر عالمی مذاہب اور ان کے بانیوں اور پیغمبروں کا تقابلی مطالعہ ایک اہم ترین نکتہ رہا ہے۔ ۱۸۷۷ء میں مارکس ڈاؤس (MARCUS DODS) کے چار خطبات "محمد، بدھ اور عیسیٰ" کے عنوان سے لندن میں دئے گئے۔ پہلے دو خطبے اسلام اور پیغمبر اسلام پر ہیں، تیسرا بدھ مت پر اور چوتھا عیسائیت پر جو مقرر کے خیال میں دین کامل ہے۔ عنادین سے ہی ان کا مقصد

واضح ہے۔ اسلام اور اصول اسلام پر بڑے جارحانہ انداز میں تنقید کی گئی ہے اور سیرت نبوی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کارلائل کے دفاع سیرت اور دلائل کو ناقابل یقین شہرہ کران کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ غرض کہ یہ خطبات دل کے پھینچھوٹے پھوڑنے اور رجحان کی جلن ملانے کیلئے دئے اور شائع کئے گئے ہیں۔ اسی صدی میں ۱۸۹۲ء میں لندن سے دی ولڈز لیجن سیریز (THE WORLD RELIGION SERIES) کی ایک کڑی جی ٹی بیانی (G.T. BETTANY) کی محض ازم تھی جس کے دو باب — سوم و چہارم — سیرت نبوی پر اور باب پنجم قرآن کریم پر اور بقیہ دو باب جدید اسلام پر ہیں۔ سیرت نبوی کو درہماتہی حصوں — علمی اور مدنی — میں تقسیم کیا گیا ہے۔ علمی زندگی میں عیسائی اور یہودی اثرات دکھائے گئے ہیں۔ اور بعثت نبوی کو مزید وہ خود ساختہ خیالات و تصورات کا علمی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ مدنی زندگی کو عام عیسائی اور مغربی علماء سیرت کے انداز میں علمی زندگی سے متضاد قرار دیا گیا ہے اور تمام خرابیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپ بختوں پر لگائی گئی ہیں۔ یہ بھی عام مغربی سیرت نگاری کی ایک نمائندہ مثال ہے۔ اسی ضمن میں مشہور ناول و مضمون نگار واشنگٹن اردنگ (WASHINGTON

(IRIDING) کی کتاب (MAHOMET AND HIS SUCCESSORS

نیویارک ۱۸۵۰ء) جے پی ہیوز (J.P. HUGHES) کے (NOTES ON

MUHAMMEDANISM (لندن ۱۸۴۴ء) اور ایس ڈبلوکول (SWKOLLE

کے "محمد اور محمدن ازم" پر خطبات (۱۸۴۷ء) کا بھی ذکر مناسب ہو گا۔ یہ تینوں کتابیں اور مقالات و خطبات عیسائیت کی مدافعت میں دئے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ان کا اہم اور اناج جارحانہ اور مناظرانہ ہے۔ واشنگٹن اردنگ کی کتاب کا پہلا حصہ سیرت نبوی سے متعلق ہے ۳۹۶ ابواب پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ خلافت اسلامی کے مختلف ادوار کی تاریخ ہے۔ سیرت نبوی کے باب میں بتلایا گیا ہے کہ بحیرا راسب وغیرہ کے ذریعہ عیسائی اثرات داخل ہوئے، قرآن کریم کی ترتیب و تدوین کو بعد کا واقعہ قرار دیا گیا ہے اور وحی کو (HALLUCINATION) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی

حال دوسری کتاب کا ہے۔ کوئی کی کتاب کا انداز جداگانہ ہے۔ چونکہ اس کا مقصد عیسائیت کو دین حق اور اسلام کو اس کے برعکس ثابت کرنا تھا لہذا مصنف نے دعوائے نبوت کے چار عوامل تلاش کئے؛ اول، سیاسی عامل جس کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ عربوں کی حالت زار نے دنیاوی اقتدار کی ترغیب دی، دوم مذہبی عامل کے تحت بتایا گیا ہے کہ بت پرستی اور شرک کے ماحول میں وحدانیت اور توحید الہی کا تصور اقتدار حکومت کا زین بن سکتا تھا۔ تیسرے خاندانی عامل کے ضمن میں مویشکانی کی گئی ہے کہ قریش کے معزز گھرانے سے تعلق نے جب جہ کی عملی روپ دینے کی تحریک دی۔ اور بنی عامل کے تحت بچپن کی محرومی اور جوانی میں حضرت خدیجہ سے شادی کے ذریعہ دولت کے حصول نے باقی کام پورا کر دیا اور بالآخر نبوت کا دعویٰ کر دیا گیا۔ باب دوم میں مکی اور مدنی زندگی پر تبصرہ کیا گیا ہے جس کا واحد مقصد دنیاوی حکومت و اقتدار کا حصول قرار دیا گیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں سیرت نبوی کی روایات کو عیسائیت کا چربہ ثابت کرنے کی انتھاک کوشش کی گئی ہے اور چہرہ شناسی نبوی پر گفتگو ہے۔ کتاب کے تیسرے اور آخری حصہ میں یہ دعوائے خام کیا گیا ہے کہ چونکہ اسلام نے عیسائیت کی مخالفت کر کے مملکت نور کے مقابلہ میں مملکت ظلمت کی ترویج کی ہے اس لئے وہ بزعم خود سچا مذہب نہیں ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر — ۱۸۶۱ء — میں سر ولیم میور

(SIR WILLIAM MUIR) کی مشہور و مقبول سیرت (LIFE OF MAHOMET)

چار جلدوں میں شائع ہوئی اور اب تک اس کے متعدد ادیشن نکل چکے ہیں۔ اس کا تازہ

ترین ادیشن ۱۹۶۵ء میں ٹی. ایچ. ویئر (T.H. WEIR) نے امریکہ سے THE LIFE

OF MOHAMMAD FROM ORIGINAL SOURCE کے عنوان سے شائع

کیا ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات کی ۳۷ ابواب پر مشتمل بڑی تقطیع کی ضخیم

کتاب ہے۔ کتاب کی ترتیب تاریخی تو قیوت یعنی تاریخ کے واقعات کی ترتیب کے

مطابق کی گئی ہے۔ مقدمہ کی چار فصلوں میں سیرت کے آغاز — قرآن و سنت اور

ابتدائی کتب سیر و سوانح۔ ولادت نبوی سے قبل حرب کی حالت، قبل اسلام کا مکہ، رسول کریم صل اللہ علیہ وسلم کے آباء اجداد وغیرہ پر بحث ہے۔ پھر تاریخی واقعات کی ترتیب کے مطابق مکہ اور مدنی زندگی کے الگ الگ درجے ہیں۔ دراصل میور نے ابتدائی مسلم سیر نگاری کے انداز میں اپنی ترتیب مضامین قائم کی ہے۔ آخری باب میں آپ کے سیرت و کردار کا جائزہ لیا گیا ہے جو میور کے خیالات سیرت کا خلاصہ ہے۔ اگرچہ میور کا خیال ہے کہ توحید باری تعالیٰ کا تصور و عقیدہ اسلام کا درختاں ترین اصول ہے تاہم ان کو مکہ اور مدنی زندگی میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مکہ کی زندگی میں اخلاص و ایمان داری کا اگر یقین ہے تو مدنی زندگی میں مذہبی اعراض و مقاصد میں دنیاوی عوامل و اعراض شامل ہوتے نظر آتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ نزع مضافیہ ہوا کہ بعد کی زندگی میں اخلاقی زوال بڑی تیزی سے آیا۔ اس دعوے کے ثبوت میں میور نے غزوات کے محرکات و مقاصد خصوصاً یہودیوں کے خلاف مہوں کے اعراض و محرکات تعداد و اوزان تلوار کے ذریعہ تبلیغ اسلام وغیرہ کو پیش کیا ہے۔ وحی و نزول قرآن کے بارے میں میور کے خیالات خالص متعصب عیسائی فکر کے نمائندہ ہیں۔ اس پر متعدد تنقیدی اور مستدل کا لکھے گئے ہیں جن میں سر سید احمد خاں کی تنقید 'خطبات احمدیہ' میں نمایاں تحریر ہے۔

میور کی کتاب سیرت کو اس بنا پر قبولیت عام حاصل ہوئی کہ وہ عیسائی تعصب کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئی تھی اور پھر اسی انداز میں متعدد کتابیں بیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لکھی گئیں۔ مثلاً ڈی لین (DE LANE) کی 'LIFE OF MOHOMET' جو لندن سے ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی۔ لیکن اس فرقہ وارانہ تعصب کا رد عمل بھی عیسائی حلقوں میں ہوا اور اس کی تردید میں کئی کتابیں انیسویں صدی عیسوی میں لکھی گئیں۔ ان میں سے ایک اہم کتاب گاڈ فرے ہگنس (GODFREY HIGGINS) کی کتاب 'MAHOMET THE ILLUOTRIOUS'

(نیویارک ۱۸۹۵ء) ہے جو زیادہ تر APOLOGY کے نام سے مشہور ہے۔ مصنف نے یہ کتاب اس لئے لکھی تھی کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت کی خلیج کو پامال کرے

کیونکہ بزعم مصنف اسلام اور عیسائیت دونوں اپنی اصل دنیا میں ایک ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کا آغاز سیرت نگاری کے ایک اہم دور سے ہوا جس کو اگر علمی دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ بہت سے نئے ماخذ دریافت ہوئے جو پہلے سیرت نگاروں کو دستیاب نہ تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اب تک سیرت نگاری میں جو سرمایہ علم مہیا ہوا تھا اس کی بنا پر اس کے سبب ترتیب و تنقیح واقعات تحقیق و تفتیش اور اسلوب نگارش میں غیر معمولی ترقی ہوئی تھی۔ اس عہد کے آغاز کی سیرت نگاری کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک قسم ان کتابوں کی ہے جن کا مقصد عیسائی دنیا سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف کرانا تھا اور اس نوع کی بیشتر کتابیں میور وغیرہ کے انداز میں لکھی گئی تھیں چنانچہ WELLESTON کی کتاب HALF AN

HOUR WITH MAHOMET (لندن ۱۹۰۵ء) (P. DELACYSOHINSTONE)

کی سیرت MUHAMMAD AND HIS POWER (ایڈنبرا ۱۹۰۱ء) بیچر ہونارڈ

کا اسلام پر تبصرہ (۱۹۰۹ء) میرٹھ ٹاؤن سنڈ (MEREDITH TOWNSEND)

کی کتاب MAHOMMED THE GREAT ARABIAN (لندن ۱۹۱۲ء)

کینن سیل (CANON SLL) کی کتاب THE LIFE OF MUHAMMAD

(مدراں ۱۹۱۳ء) ایڈتھ ہالینڈ (EDITH HOLLAND) کی THE STORY

OF MOHAMMAD (لندن ۱۹۱۴ء) ، سی ایس ہرگرنج (C.S.)

(HURGRONGE) کا مطالعہ اسلام "محمدن ازم" (لندن ۱۹۱۶ء) جی ایم ڈرنے کوٹ

کی کتاب MAHOMET: FOUNDER OF ISLAM (G. M. DRAYCOTT)

(لندن ۱۹۱۶ء) وغیرہ اسی قبیل کی کتابیں اور مطالعات ہیں۔

دوسری نوع کی کتابیں مقالات اور خطبات علمی انداز کے ہیں جن میں عیسائی

تعصبات تو موجود ہیں لیکن ذرا زیادہ دہیز پر دوس میں اور نکتہ چینی زیادہ مہذب اور

صاف ستھرے انداز میں لکھی گئی ہے جس کو علمی اور تحقیقی اسلوب کہا جاتا ہے۔

ان میں اس عہد کے سیرت نگاروں میں سرفہرست ڈی ایس مارگولیتھ (D.S.)

(MARGOLIUTH) ہیں جن کی سیرت بعنوان MOHAMMAD AND

THE RISE OF ISLAM لندن سے ۱۹۱۵ء میں اور مطالعہ اسلام بعنوان محمد از

اسی جگہ سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئے مارتھ گولیتھ کی کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ

ہے کہ سیرت رسول پر غالباً پہلی بار تفسیر قرآن اور حدیث و سنت کو اتنی جامعیت

کے ساتھ ماخذ طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب میں تفسیر طبری اور صفحہ احمد

بن حنبل وغیرہ کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانی کی الاصابہ

فی تمییز الصحابہ کا استعمال بھی خوب کیا گیا ہے۔ تقریباً پانچ سو صفحات کی تیز ابواب

پر مشتمل کتاب میں سیرت کے تمام پہلوؤں پر روشنی علمی انداز سے ڈالی گئی ہے

ترتیب کتاب میں تاریخی توفیق کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے اوصاف حمیدہ۔ انسانیت ہمدردی، سادگی وغیرہ۔ کو بہت سراہا گیا

ہے تاہم وحی و قرآن، غزوات کے اغراض و مقاصد، غیر مسلموں سے سلوک وغیرہ

پر مار گولیتھ کے خیالات اپنے پیشرووں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے

کہ مار گولیتھ کو مکی اور مدنی زندگی میں اخلاقی زوال کا تیز رفتار عمل نظر نہیں آیا۔

بیسویں صدی عیسوی کے آخری پچاس ساٹھ سال سیرت نگاری کے میدان

میں کیفیت اور کمیت دونوں کے لحاظ سے بڑے وقیع ہیں۔ عام تعارفی یا درسی انداز کی

کتب سیرت کے علاوہ اس زمانے میں بڑی حقائق نگار کتابیں لکھی گئیں جن کے خیالات

وآراء سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

سیرت رسول اور اسلام کا مطالعہ اس دور میں مختلف نژادوں سے کیا گیا۔ قرآن، حدیث

تفسیر، تفسیر اسلام کے کسی فکری یا عملی پہلو پر مغرب میں جو کچھ لکھا گیا اس میں سیرت

نبوی کا ایک باب یا فصل ضرور قائم کی گئی۔ خاص سوانح عمری پر متعدد وقیع کتابیں

لکھی گئیں جن کے اسالیب و ہجاء مختلف ہیں۔ بعض میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پر بحیثیت مصلح و معلم اخلاقیات لکھا گیا تو کچھ میں آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کو موضوع

بحث بنایا گیا۔ بعض مطالعات خاص تاریخی اور علمی انداز سے کئے گئے اور کچھ اور میں

سیرت نبوی پر انگریزوں کی نگارشات
 فکری اور فلسفیانہ نقطہ نظر بنایا گیا ہے۔ اس دور میں دلچسپی کا ایک موضوع یہ بھی بنا کہ آب
 رسول صادق تھے یا نہیں بلکہ زیادہ تو جی اس پر مرکوز رہی کہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے یہودیت
 اور عیسائیت سے کس قدر اور کیسی خوش چاہی کی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں مشہور انگریز مترجم
 قرآن رچرڈ بیل (RICHARD BELL) نے اپنے خطبات میں ثابت کیا کہ اسلام
 نے بشرِ اصل و عقائد عیسائیت سے مستعار لئے ہیں اور پھر یہ خطبات ORIGIN OF
 OF ISLAM IN ITS CHRISTIAN ENVIRONMENT کے نام سے

اس برس لندن سے شائع ہو گئے۔ ایک یہودی عالم سی، سی ٹورے (C. C. TORREY)
 نے دوسری طرف اپنی تصنیف THE JEWISH FOUNDATION OF ISLAM

میں یہ ثابت کر دکھایا کہ اسلام پورا کا پورا یہودیت سے ماخوذ مستعار ہے۔ اسلام کے دوسرے
 آسمانی مذاہب سے مستعار و ماخوذ ہونے یا پیغمبر اسلام کے زبنا و سابقہ سے متاثر و خوش چین
 ہونے کے مغربی نظریات کے پیچھے علمی و تحقیقی جستجو کے علاوہ غیر شعوری طور پر یہی جذبات و خیالات
 کارفرما ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے عیسائی اور یہودی مورخین و مصنفین
 کے تھے کہ اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو ناقص
 معطون کیا جائے یا کہ ان کی انفرادیت و شخص کو تسلیم نہ کیا جائے۔ بیل اور ٹورے کے
 پیش کردہ نظریات گذشتہ صدیوں میں مغربی نگارشات سیرت و اسلام کی بازگشت ہیں۔ فرق
 صرف لب و لہجے اور اسلوب و بیان کا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے زبردست علماء و محققین کی نظر سے
 قرآن کریم کا دعویٰ کیوں کر اوجھل ہو جاتا ہے کہ و کتب سابقہ کا مصدق ہے، مکتب نہیں ہے۔ وہ یہ
 کیوں کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسلام نے عیشیہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس واحد دینِ خداوندی کا نقطہ
 عروج و تکمیل ہے جو حضرت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر منتهی ہوا ہے۔ دین
 و مذہب تو بس ایک - اسلام - ہے۔ دوسرے انبیاء و رسل کے یہاں شریعتیں اور قوانین
 اور ضابطے ہائے حیات مختلف تھے۔ مغرب کو ابھی اس زاویہ نگاہ سے اسلام اور پیغمبر
 اسلام کا مطالعہ کرنا ہے اور جس دن ایسا باہتمامی اور خلوص کے ساتھ ہوا اس دن یورپ و
 مغربی دنیا میں ان دونوں کا صحیح تعارف ہو گا۔

فاصل سیرت نبوی پر جو آزاد تصانیف اس عہد میں لکھی گئیں ان میں ڈ بلو
 مونٹگری واٹ (W. MONTEGOMERY WATT) کی قیمتی کتاب سیرت ہے

خود جلدوں میں MUHAMMAD AT MECCA اور MUHAMMAD

AT MEDINA کے نام سے آکسفورڈ سے بالترتیب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں

شائع ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں مصنف نے خود ہی اپنی ان دونوں کتابوں کی تلخیص MUHAMMAD

PROPHET AND STATESMAN کے عنوان سے آکسفورڈ ہی سے شائع

کی۔ اب تک سیرت نبوی پر جو کتابیں انگریزی میں شائع ہوئی ہیں ان میں غالباً یہ کتاب

سب سے زیادہ دقیق، علمی، تاریخی، معروضی اور دیانتدارانہ ہے لیکن مغربی تعصبات اور عیسائی

عصبیت سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ عناوین سے ظاہر ہے کہ واٹ کی پہلی کتاب رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکی زندگی سے بحث کرتی ہے اور دوسری مدنی زندگی سے اور تلخیص

ان دونوں اور ارجحیات طیبہ کا خوبصورت جائزہ ہے۔

مؤنٹنگمری واٹ کی کتاب سیرت پر جامع تبصرہ کیلئے کافی جگہ اور وقت

درکار ہے جو اس جائزے کے حدود سے باہر ہے تاہم ایک مختصر تبصرہ ناگزیر ہے۔ اگرچہ

واٹ نے قبل اسلام کے عرب سماج کی بحث میں معاشی اسباب و علل پر بہت زیادہ

زور نہیں دیا ہے جیسا کہ آج کے جدید مورخین و سیرت نگاروں خاص کر مارٹنی طرزنر

کے مصنفین کا اندازہ ہے تاہم انھوں نے انفرادیت (INDIVIDUALISM) پر اور بین

قبائلی رقابت (TRIBAL RIVALRY) پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ یہی اندازہ اسکو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد پر بحث میں اپنایا گیا ہے۔ واٹ نے اس

سلسلہ میں اپنے پیشروؤں جیسے ایچ اے آرگب (H. A. R. GIBB) وغیرہ کی

مانند بنو امیہ اور بنو ہاشم کی ماقبل اسلام نام نہاد رقابت کو شدید کی نظر سے دیکھا ہے

اگرچہ اس کی زیادہ تو ضیح نہیں کی ہے۔ واٹ کا یہ خیال کہ حضرت خدیجہ سے شادی

قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی کے واقعات بردہ خفا میں ہیں اور جو

کچھ ماخذ میں مذکور ہے وہ بعد کے ادب کا حصہ ہے صحیح نہیں ہے۔ موصوف نے ابتدائی

ملکی عہد کو ایک صفحہ سے بھی کم میں بیان کر دیا ہے جبکہ حضرت خدیجہ پر درود بین نوٹوں کے اثرات

اور ان کے زبرد آپ پر عیسائی اثرات کو کافی وضاحت اور دلجمعی کے ساتھ لکھا ہے۔

واٹ کے ان دونوں بیانات میں ٹورانڈرے (TOR ANDRAE) کے خیالات کی بازگشت سنائی دیتی ہے، موزم الذکر کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تیسرے سے پہلے کی زندگی جس طرح روایتی یا غیر حقیقی ہے اسی طرح بعثت سے قبل آپ کی زندگی بھی روایات اور غیر مستند واقعات پر مبنی ہے۔ حضرت خدیجہ پروردہ بن نوفل کے عیسائی اثرات اور ان کے ذریعہ آپ پر ان کی پھلپ کا واضح ذکر ٹورانڈرے کے یہاں کافی سے زیادہ ہے؛ غار جہاں تخت، روایکے صادق، اور وحی کے نزول پر ساری بحث تشکیک کی فضا میں کی گئی ہے۔ اسی طرح رسالت کے منصب پر گفتگو خالص عیسائی نقطہ نظر کی ترجمان ہے۔ دراصل اس باب میں تمام عیسائی مصنفین ٹورانڈرے کے خیالات کے کم و بیش حامی ہیں، ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان مذہبی اور مابعد الطبیعیاتی مباحث پر وہ اسلامی نقطہ نظر اور عیسائی یا یہودی نظریات کے درمیان خط امتیاز نہیں دیکھ پاتے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی روایات کی روشنی میں اسلامی نظریات پر بحث کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ قرآن کریم کی تدوین کو بائبل کی مانند بعد کا کام سمجھتے ہیں اور اس کو اس طرح کلام الہی سمجھنے سے ناظر ہیں جس طرح کہ اسلامی عقیدہ ہے۔ واٹ نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ پورا قرآن غیر انسانی اور الہی کلام ہے جبکہ مغربی سیکولر مفکروں اور دانشوروں کا خیال ہے کہ وہ تغیر اسلام کے شعوری دماغ اور شخصیت کا زائیدہ ہے۔ ایک تیسرا خیال جس کی طرف آج کل رجحان مغرب میں بڑھ رہا ہے کہ دراصل قرآن ہے تو الہامی کتاب مگر اسکی تدوین و لفظی تشکیل رسول نے کی ہے۔ واٹ کے یہاں اسی طرح ابتدائی اسلامی تعلیمات پر بحث بھی دوسرے مفکرین یورپ کے خیالات کا عکس رکھتی ہے۔ ابتدائی مسلمانوں کا جائزہ بڑا قیمتی اور عالمانہ ہے تاہم یہاں بھی علمی تعصبات کو کافی دخل ہے۔ کل مخالفت اسلام کے باب میں ٹورانڈرے اور واٹ کا یہ خیال ہے کہ

را، ان دونوں خیالات کیلئے ملاحظہ ہو ٹورانڈرے

Mohammad the Man and His Faith، لندن ۱۹۳۶ء، صفحہ ۵۲-۳۱ اور ۳۵-۳۴، ص ۸۷-۸۶، ۹۳-۹۰ صفحہ

مسلمانوں کی تعذیب بہت سخت نہ تھی۔ واٹ کے یہاں مکی عہد کے ایک اہم جائزے کا بیان ملتا ہے جو آپ کے پوری مکی حیات کا پچڑ ہے اور بعض خیالات کے سوا بہت فریق ہے۔

واٹ کا خیال ہے کہ مدنی زندگی کے آغاز میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی مہموں کے ذریعہ مکہ کی ناکہ بندی کر دی تھی اس طرح ان کو اشتعال (PROVOCATION) دلایا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں۔ کم از کم ابتدائی مہموں کی حد تک وہ بھی غزوات و سرایا کا مقصد معاشی یا حصول دولت سمجھے ہیں اور جو ہمارے علم علما بھی اقتصادی ناکہ بندی تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ صورت حال اس سے قطعی مختلف ہے۔ ٹورانڈرے کا بھی یہی خیال ہے کہ مکہ اور مدینہ کی آدیزش اقتصادی ناکہ بندی کے سبب ہوئی تھی۔ واٹ نے عرب قبائل کے اتحاد اور مسلمان ہونے پر کافی بحث کی ہے تاہم یہاں بھی مذہبی اور علمی تعصب کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ وہ بیشتر عرب قبائل کے اسلام کے قائل نہیں۔ اس کو مسلمانوں سے سیاسی اتحاد سمجھتے ہیں۔ خاص کر شمال و جنوب کے عیسائی طبقات اور قبائل کے مسلمان ہونے کو وہ اپنے مذہبی تعصب کے سبب تسلیم نہیں کرتے۔ مدینہ کی اندرونی سیاست کے باب میں بھی وہ توازن قائم نہیں رکھ پاتے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حیثیت اور طاقت کے دو زمانے قرار دیتے ہیں۔ اول جنگ خندق سے قبل کا زمانہ جب آپ محض ایک طبقہ مہاجرین کے سردار تھے اور جنگ خندق کے بعد کا زمانہ جب آپ رفتہ رفتہ پورے شہر، پھر علاقے اور بالآخر پورے عرب کے قائد و حکمراں بنے۔ یہ عجیب بات ہے کہ واٹ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقلبے میں مدینہ کی سیاست میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور قباکی سیاست میں سلیمہ، طلحہ اور اسود عسلی کی طاقت و حشمت کو بطور مد مقابل لاکھڑا کرتے ہیں۔ یہودی قبائل سے اسلام کی آدیزش میں واٹ کا نقطہ نظر بڑا معروضی ہے۔ لیکن اسلامی امت، اسلامی ریاست اور اس کے ذیلی اداروں مثلاً و تفریق

اور مالی نظام وغیرہ کے ضمن میں واٹ گولڈ زیہر (GOLD ZIHER)

دلہاسن (WELCHAUSEN) نوئلڈیکے (NOELDEKE) اور ٹورانڈیکے

وغیرہ پیشرووں کے خیالات سے نہ صرف متاثر بلکہ مہبوت ہیں اور انھیں کے خیالات کو دہراتے ہیں اگرچہ اسلوب و الفاظ مختلف ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی

اصلاحات کے وہ بڑے تامل اور اس کے ضمن میں آپ کی عظمت کے معترف بھی نظر آتے ہیں۔ مذہبی اداروں جیسے نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے باب میں بھی ان کے خیالات بران

کے پیشرووں کے خیالات کا اثر نظر آتا ہے اور یہاں ان کا رویہ غیر عملی بھی ہے۔ بہر حال مجموعی طور سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت کے قائل

ہیں اگرچہ وہ آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے میں متامل نظر آتے ہیں۔ اختلاف خیالات کے باوجود بہر حال یہ تسلیم کیا جانا چاہیے کہ واٹ کی کتاب سیرت نبوی کے موضوع پر ایک انتہائی قابل قدر اضافہ ہے جو مستقبل کے مغربی دشرقی مورخوں کے شعل راہ بنے گی۔

اگرچہ مونٹگمری واٹ کی کتاب کے ضمن میں ٹورانڈیکے اور ان کی کتاب کا ذکر

آچکا ہے تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند باتیں الگ سے بھی کہی جائیں۔ یہ مطالعہ دراصل رسول کریم کی پیغمبرانہ حیثیت کا ہے۔ سات ابواب پر مشتمل کتاب اوسط درجہ کی ضخامت

کی ہے۔ مقدمہ میں بزعم قریش آپ پر یہودیت، عیسائیت اور عرب کے دوسرے مذاہب کے اثرات کا جائزہ ہے، باب اول عہد نبوی سے زرا قبل عرب کی مذہبی حالت سے بحث

کرتا ہے جبکہ باب دوم میں آپ کے چچن سے بعثت تک کے حالات ہیں۔ باب سوم آپ کے مذہبی پیغام، باب چہارم دجی، باب پنجم قریش سے تصادم۔ باب ششم مدینہ میں

حکمرانی کے درد اور آخری باب شخصیت کے مکمل تجزیے پر مبنی ہے۔ پوری سیرت کا مذہبی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے مذہبی تجربات پر شامی عیسائیت (SYRIAN CHRISTIANITY) کے اثرات ہیں جو مختلف اسلامی اداروں میں پھیلکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے خود ٹورانڈیکے

ایک لوتھر ہی پارری (LUTHERAN BISHOP) تھے۔

میکسم روڈنسن (MAXIM RODNISON) کی کتاب سیرت
 MUHAMMAD اگرچہ فرانسیسی زبان میں کافی عرصے پہلے شائع ہوئی تھی تاہم ۱۹۷۱ء
 میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ یہ کتاب ایک لادری دانشور (AGNOSTIC)
 کے قلم سے ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا جائزہ اپنے
 مخصوص نظریات کی روشنی میں لیا ہے۔ بہر حال بعض مباحث کافی فکر انگیز ہیں اور
 ان سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے مگر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایک اطالوی دانشور
 فرانسیسکو جبریلی (FRANCESCO GABRIELI) کی کتاب MUHAMMAD
 AND THE CONQUEST OF ISLAM لندن سے شائع ہوئی ہے۔
 اطالوی متن کا انگریزی ترجمہ ورجینیا لوننگ (VIRGINIA LULING) نے
 کیلئے یہ سیرت نبوی کی مختصر اور جامع کتاب ہے جس میں ماخذ پر عمدہ بحث کے علاوہ
 صدر اول میں اسلامی فتوحات پر وقیع بحث ہے اگرچہ زیادہ تر نقطہ نظر غیر اسلامی ہے۔
 ان عمدہ تجزیاتی اور تحلیلی مطالعات کے علاوہ بے شمار عام نوع کی تاریخ
 عمریاں بھی لکھی گئی ہیں ان میں ایملی ڈرمنگھم (EMILE DERMENGHAM)
 کی کتاب سیرت MUHAMMAD AND THE ISLAMIC TRADITION
 مطبوعہ لندن ۱۹۳۳ء ہے۔ اسی ضمن میں ای راپٹن پالک (E. ROYSTON
 PIKE) کی کتاب MOHAMMAD اور مشہور تاریخ اسٹینلی این پول
 (Stanely Lane - Poole) کی کتاب PROPHET AND ISLAM
 کا ذکر کیا جاسکتا ہے، جو بالترتیب لندن اور لاہور سے ۱۹۶۲ء اور ۱۹۵۲ء میں شائع
 ہوئیں۔ جے ای گلب (J. B. GILB) کی عمدہ کتاب سیرت THE LIFE
 AND TIME OF MOHAMMAD (لندن ۱۹۷۰ء) ایک عیسائی دانشور کے قلم
 سے سیرت رسول عربی کا ہمدردانہ مطالعہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 حربی اقدامات کا عمدہ مطالعہ ہے۔ جی وڈن گرن (G. WIDENGRN) کی کتاب

سیرت پورن پریس پبلشرز (لندن ۱۹۵۵ء) معراج نبوی MUHAMMAD AN APOSTLE OF GOD

سے متعلق ایک علمی مطالعہ ہے جس میں اس موضوع پر یہودی، عیسائی اور اسلامی تصورات

دروایات کی تیقح و تحلیل ملتی ہے۔ رابرٹ اے گلک (ROBERT A. GULICK)

کی کتاب MUHAMMAD THE EDUCATOR (لاہور ۱۹۵۲ء)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بطور معلم مطالعہ ہے اور نئے نئے گوشوں کو سامنے

لائی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد آزاد سیرتیں بھی لکھی گئیں جو مختلف پہلوؤں سے بحث

کرتی ہیں مگر ان کا ذکر طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

مطالعات اسلام میں سیرت پر مواد محمدن ازم کے عنوان سے شائع ہونے

والی کتابوں میں بہت کافی ملتا ہے اور ایسی کچھ کتابوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ بیسویں

صدی عیسوی کے نصف آخر میں جو کتابیں محمدن ازم کے نام سے لکھی گئیں ان میں

لونی گارڈیٹ (LOUIS GARDET) کی کتاب ہے جو لندن سے ۱۹۱۱ء میں

شائع ہوئی۔ مگر اس سلسلہ زیریں میں اہم ترین مطالعہ ایچ اے آر گب H.A.

(R. GIBB) کا ہے جو ۱۹۲۹ء میں لندن سے ہی شائع ہوا یہ مطالعہ مذہبی نقطہ

نظر سے کیا گیا ہے اور آپ کو زندگی کے تمام مراحل میں مذہبی مصلح اور پیغمبرانہ عہدہ پر فائز

سمجھا گیا ہے لیکن آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کو گب نے عام عیسائی انداز فکر کے مطابق پیش کیا

ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ شروع میں آپ نئے مذہب کا ستورا در دراک نہیں رکھتے تھے

لیکن قریش کی مخالفت نے ایک نئے مذہب کی بنا ڈالنے پر آمادہ کیا اور بعد میں

مدینہ کے زمانے میں قریش کی مخالفت نے اسلام کو ایک ممتاز مذہبی امت

یا جماعت و تحریک میں تبدیل کر دیا۔ جس کے اپنے مخصوص عقائد اور ادارے تھے

آپ کے مخالفین کی مخالفت مذہبی عوامل کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے سیاسی

اور معاشی اسباب کا درملہ تھے۔ مکہ میں اپنے جو کچھ نظر باقی طور پر پیش کیا تھا مدینہ میں

اس کو عملی شکل دے دی تھی۔ غزوات خاص کر قریش سے محاربات کا مقصد یہ تھا

کہ مدینہ کی اسلامی جماعت کو تحفظ فراہم کیا جائے اور اسی بنا پر مکہ والوں کی اقتصادی ناکہ بندی

کہ ان کو مملکت اسلامی میں برضا و رغبت شامل ہونے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مدنی دور حیات میں اگرچہ آپ سیاست اور جنگ کی الجھنوں میں الجھے رہے تاہم پیغمبرانہ کام سے غافل نہیں ہوئے۔ یفرسوں خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں سے آپ کا رویہ عرب قومیت پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ذاتی اوصاف و کمالات کی تعریف کی گئی ہے اور آپ کی انسانیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے

اسی طرح قرآن کریم کے تراجم یا ان کے انگریزی مقدمات میں سیرت نبوی پر ایک فصل ضرور قائم کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں اس نوع کا نائنٹھ مواد سیرت رچرڈ بیل (RICHARD BELL) کے -INTRODU
CTION TO THE QURAN میں ملتا ہے جو ۱۹۵۳ء میں ایڈنبرا سے شائع ہوا۔ اس مطالعہ سیرت کا انداز مذہبی ہے۔ قبل اسلام عربوں کے تاریخی پس منظر کے بعد سیرت کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ابتدائی زندگی کے تمام واقعات کو صرف ایک پیراگراف میں بیان کرنے کے بعد آپ کے پیغمبرانہ مقام پر مفصل بحث ہے جس میں وحی کے آغاز، یہودیت و عیسائیت کے اثرات، مکہ میں قریش سے معاملت و مصالحت، تحویل قبلہ، عزرات و سرایا کے اقتصادی بحران، یہودیوں سے متعصبانہ سلوک وغیرہ موضوعات پر مختصر بحث کے بعد آپ کے کردار اور مقاصد پر بحث ہے۔ بہر حال یہ پورا مطالعہ عام عیسائی نقطہ نظر کا غماز ہے اور تعصبات سے بھرپور۔

سیرت نبوی پر مواد کا ایک اہم ماخذ عربوں یا عرب شخصیات کی عام تاریخ بھی ہے۔ عربوں پر ہر تاریخی کتاب میں ایک حصہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور متعلق ہوتا ہے۔ فان گرونی بام (VON GRUNEBaum) کی کتاب کلاسیکل اسلام جس کا انگریزی ترجمہ کیتھرین واٹسن (KOTHERINE WATSON) نے لندن سے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا، کا دوسرا باب سیرت نبوی پر ہے۔ اسی طرح ولہاسن (WELLHOUSEN) کی کتاب

۱۹۲۴ء اور ۱۹۴۳ء میں لندن سے چھپا اپنے مقدمہ میں سیرت رسول پر قاصداً
 و قبیح مواد رکھتا ہے۔ اسی سلسلہ میں تاریخ عرب اور عرب شخصیات پر فلپ
 کے ہٹی (PHILLIP K. HITTI) کی مقبول عام HISTORY OF THE ARABS
MAKERS OF اور مصنف کی تازہ ترین تصنیف ARAB HISTORY میں سیرت کا اہم مواد ہے۔ دونوں کتابوں میں سیرت
 نبوی پر جو کچھ لکھا گیا اس میں عام عیسائی طرز فکر کی کارفرمائی ہے اور بعض
 حقائق تک غلط ہیں، تو تعبیرات و تشریحات کے تعصب کا کیا شکوہ۔ ہٹی کو
 اصطلاحی طور سے مغربی مصنف نہیں شمار کرنا چاہئے کیونکہ وہ لبنان نژاد عرب
 ہیں لیکن اپنے طرز فکر اور اسلوب کے اعتبار سے ان کا شمار ان میں ہوتا ہے۔
 اس اعتبار سے جرمنی زیدان کی تمدن عرب کا انگریزی ترجمہ جو مارگرٹ لیٹھ نے
 کیا ہے مغربی نفسیات کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ برنارڈ لوٹس (BERNARD
 LEWIS) کی کتاب THE ARABS IN HISTORY (مطبوعہ لندن ۱۹۵۰ء)
 اور ٹی ڈ بلو آرنلڈ (T. W. ARNOLD) کی مشہور و مقبول کتاب
THE PREACHING OF ISLAM (مطبوعہ لندن ۱۹۳۵ء) میں
 میں بھی سیرت نبوی کا مختصر جائزہ موجود ہے۔ مغربی زبانوں خصوصاً جرمن و
 فرانسیسی کتابوں کے انگریزی تراجم میں گولڈ زیمر (GOLDZIEHER) کی
MUSLIM STUDIES اور نوٹلائیجے، دان کریم، بروکلن و فیورہ کی کتابوں
 میں سیرت کا مواد خصوصاً ملتے ہے۔ اسلام کے تعارف پر جو کتابیں اس صدی
 کے اواخر میں لکھی گئیں ان میں بھی سیرت نبوی پر کچھ نہ کچھ مواد موجود ہے۔
 اس ضمن میں الفریڈ گلیوم کی اسلام اور مصنف مذکور اور ٹی آر نلڈ کی مشہور
 کتاب THE LEGACY OF ISLAM اور جان بی کرسٹوفر JOHN
THE ISLAMIC TRADITION کی کتاب (B. CHRISTOPHER)

(نیویارک ۱۹۷۲ء) وغیرہ کو گنا یا جاسکتا ہے۔ شخصیات پر ابھی حال میں امریکہ میں تازہ ترین تصنیف THE HUNDRED شائع ہوئی جس میں سرفہرست اسم گرامی رسول کریم کا ہے۔ یہ چند مشہور ترین کتابوں کے نام تھے جو اس دور میں شائع ہوئی ہیں ورنہ اس نوع کی تمام کتابوں کا استیجاب اس مضمون کے احاطے سے باہر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر خاصے وقیع اور اہم مواد کا ایک اور ماخذ کتب حوالہ یعنی (REFERENCE WORKS) ہیں۔ ان میں سرفہرست انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ہے جس کا پہلا ایڈیشن برل (BRILL) سے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیان شائع ہوا۔ دوسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ۱۹۵۰ء میں شروع ہوا تھا جو ہنوز جاری ہے۔ بہر حال اس میں رسول کریم پر خاصا مختصر اور جامع مواد موجود ہے لیکن وہ تشنگان علم کی پیاس نہیں بجھا سکتا۔ اسی ضمن میں پی ایم ہولت (P. M. HOLT) برنارڈ لیوس اور اے کے ایس لیٹین (A. K. S. LAMBTON) کی مرتب کردہ THE CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM ہے جو کیبرج سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔ اے جے آربری (A. J. ARBERRY) کی مرتب کردہ RELIGION IN THE MIDDLE EAST (کیبرج ۱۹۶۹ء) ایس رونارٹ (S. RONART) اور این رونارٹ کی مرتب کردہ - CONCISE ENC - YCLO PAEDIA OF ARAB CIVILIZATION - ہر گیزر ۱۹۶۰-۶۲ء اور بی اسپولر (B. SPULER) کی THE MUSLIM WORLD: A HISTORICAL SUREY (برل ۱۹۶۰-۶۲ء) وغیرہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اس نوع کی کتابوں میں عموماً سیرت کا خاکہ ہی مل سکتا ہے مفصل مباحث کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن اس اعتبار سے ان کی بڑی قدر و قیمت ہے کہ کوزہ میں دریا بند کر دیا جاتا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی خصوصاً اس کا نصف آخر سیرت نبوی پر
 محققانہ تصانیف اور عالمانہ مضامین و مقالات کا زمانہ ہے اگرچہ اس کی
 بنیاد گیارہویں صدی اور دسویں صدی میں پڑ چکی تھی لیکن جس تجربے علمی
 علماء و مشرقتین کے ہاتھوں انیسویں صدی میں پڑ چکی تھی لیکن جس تجربے علمی
 وقت نظر اور وسعت معلومات کا ثبوت اس صدی میں دیا گیا اس کی نظر
 پہلی صدی میں ڈھونڈنا بیکار ہے۔ ٹورانڈرے اور موٹلمگری واٹ کے یہاں
 جو تحقیق ملتی ہے وہ میور اور مارگو لیتھ کے یہاں مفقود ہے۔ سیرت پر ان آزاد
 تصانیف کے علاوہ دوسرے تحقیقی کاموں میں اے گلیوم کا سیرت ابن اسحاق
 کا انگریزی ترجمہ جو LIFE OF MUHAMMAD کے نام سے لندن ۱۹۵۵ء
 سے شائع ہوا سب سے زیادہ وسیع ہے۔ موصوف نے ابن اسحاق کی سیرت
 رسول اللہؐ اور ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ کی روایات الگ الگ
 کر کے ان کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ اس سے بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے
 کہ کون سی روایات ابن اسحاق کی ہیں اور کون سی ان کے جامع کی یہ محققانہ
 کام مدتوں تک انگریزی داں طبقہ کے لئے گراں قدر ماخذ رہے گا۔ اس کے
 بعد اسی مصنف نے ایک اور تحقیقی کام NEW LIGHT ON THE
LIFE OF MUHAMMAD کے نام سے کیمبرج سے شائع کیا۔ دراصل یہ تصنیف
 فیض کی قرادیلوں لائبریری میں موجود ایک مخطوطہ کے منتخب حصوں کا ترجمہ
 ہے۔ مخطوطہ ابن اسحاق کے ایک شاگرد یونس بن بکیر (م ۱۹۹ھ) کی
 ان یادداشتوں پر مبنی ہے جو انھوں نے ابن اسحاق کے سیرت نبوی پر
 خطبات سن کر لکھی تھیں۔ مترجم نے ان حصوں کا ترجمہ پیش کیا ہے
 جن سے سیرت کے نئے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے اور جن کا حوالہ ابن اسحاق
 کی سیرت کے متبادل نسخوں میں نہیں پایا جاتا۔

اگرچہ ابن خلدون کے مقدمہ میں سیرت نبوی پر بہت زیادہ مواد نہیں

لےتا تاہم جو کچھ بھی ملتا ہے وہ بڑا دقیق سمجھا جاتا ہے اس لئے فرانز روزنتھال .
 (FRANZ ROSENTHAL) کے انگریزی ترجمہ کا ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے
 جو ۱۹۵۸ء میں تین جلدوں میں امریکہ سے شائع ہوا۔ اس ضمن میں بلاذری کی
 اہم تصنیف فتوح البلدان کے انگریزی ترجمہ کا بھی ذکر ہونا چاہئے جو نلپ
 کے ہٹی نے THE ORIGINS OF THE ISLAMIC STATE
 کے عنوان سے ۱۹۱۶ء میں نیویارک سے شائع کیا تھا۔ اہل علم واقف ہیں کہ
 اس میں بعض اہم غزوات و فتوحات نبوی جیسے مدینہ، بنو نضیر، بنو قریظہ
 خیبر، فدک، وادی القریٰ اور تیماء، مکہ، طائف، تبالہ اور جرش، تبوک
 ایلہ اور اذرح، مہنا اور جرباء، بخران، یمن، عمان، بحرین اور یمامہ وغیرہ کے
 بارے میں بڑی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مصنفین اسلام
 اور مورخین سیرت جیسے وادی، طبری، ابن قدامہ، یحییٰ بن آدم، قاضی ابو
 یوسف وغیرہ متعدد حضرات کی کتابوں کے انگریزی تراجم بھی کئے گئے
 ہیں اور ان پر حاشی و تعلیقات بھی چڑھائے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے
 مسلم مآخذ کے انگریزی تراجم سیرت نبوی پر ایک خاص مواد کے حامل ہیں
 اور ان کی اہمیت اور افاربت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

سیرت پر کتابوں کے بیان کے آخر میں دل چسپ کتابوں کا ذکر افادیت
 سے خالی نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک فادر ڈیوڈ بنجامن کلدانی REV. DAVID
 (BENJAMIN KALDANI) جو اردنیہ کے پشپ تھے اور بعد میں سلطان
 ہوکر پرنسپس عبدالاحد دائر بنے کی دل چسپ کتاب MOHAMMAD IN
THE BIBLE جو الہ آباد سے کسی وقت شائع ہوئی موصوف ایک
 مقیم عیسائی عالم تھے جو اگرچہ ایرانی نژاد سنسکوری تھے لیکن زندگی بھر بائبل کا
 مطالعہ کرتے اور اسے پڑھاتے رہے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ توراہ و انجیل میں
 متعدد جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر آیا ہے اور اپنے اس نظر پر کہ

مثالوں اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسری کتاب سترھویں، اٹھارھویں صدی عیسوی کے ایک چینی مسلمان عالم پو شائی لین (LUI CHAI LIEN) کی چینی زبان میں لکھی ہوئی سیرت رسول کا انگریزی ترجمہ ہے جو اسحاق مین (ISAAC MASON) نے THE ARABIAN PROPHET کے نام سے شنگھائی سے ۱۹۲۱ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں سیرت نبوی کو خواص چینی روایات، آدرشوں اور اسلوب میں پیش کیا گیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر کنفیوشس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ علمی یا تنقیدی اعتبار سے یہ کوئی اہم تصنیف نہیں لیکن اس لحاظ سے یقیناً دل چسپ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چینی مسلمان کس طرح سمجھتے، پرہتے اور مانتے تھے۔

کتابوں کے بعد ایک مختصر سا جائزہ ان مقالات اور مضامین کا بھی لینا ناگزیر معیارم ہر تلبہ جو کسی کتاب کا جز نہ بن سکے اور مضامین ہی کی شکل میں مختلف مجلات و رسائل میں چھپتے رہے۔ ہمارے صدی سے قبل جو مقالات و مضامین شائع ہوئے ان کی نہ تو زیادہ تنقیدی اور علمی یا تحقیقی حیثیت ہے اور نہ ہی ان کی دستیابی آسان۔ بیسویں صدی میں شائع ہونے والے تمام مقالات اور مضامین کا احاطہ البتہ پیرسن (J. D. PEARSON) کے محققانہ کام INDEX ISLAMICUS میں کیا گیا ہے۔ اس کی اب تک چار ضخیم جلدیں اور متعدد ترقیمے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلی جلد ۱۹۰۶ء سے ۱۹۵۵ء شائع شدہ مقالات و مضامین پر مشتمل ہے تو دوسری ۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۰ء تیسری ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۵ء اور چوتھی ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۰ء تک چھپنے والے مقالات کا احاطہ کرتی ہے۔ بعد کے زمانے کے لئے اب تک چھ ترقیمے آچکے ہیں۔ انڈکس اسلامکس میں انیسویں صدی کے چند مضامین کا ذکر ضمیمہ میں کیا گیا ہے۔ اس میں جن مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے ان کا مطالعاتی تجربہ خاصاً

دل چسپ ہے اور وہ اپنے اپنے زمانے کے انداز فکر، رجحان طبع اور سطح و مبلغ علم کی غمازی کرتا ہے۔

یہ دل چسپ اور ساتھ ہی انتہائی اہم حقیقت ہے کہ گذشتہ اسی برسوں میں جو مضامین انگریزی دنیا میں اہم و معتبر مجلات و رسائل میں شائع ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ تعداد کا تعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ حیثیت سے ہے۔ اور ہم ان کو ہند نبوی کی مذہبی تاریخ کے خانے میں رکھ سکتے ہیں۔ ان کی کل تعداد ۳۰ سے متجاوز ہے اور ان کے عنوانات و موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی علماء اور دانشوروں کو آپ کی پیغمبرانہ حیثیت و شخصیت سے بوجہ معارف کس قدر دل چسپی رہی ہے۔ ان کے اہم موضوعات ہیں: محمد کا علم نورات، محمد کے رویے صاف، محمد کے پیشرو پیغمبر، محمد کی مذہبی سرگرمی کا آغاز، بحیثیت پیغمبر محمد کا کردار، محمد کی شخصیت کا ارتقا، محمد بے نقاب، محمد کا مذہبی اور سیاسی ارتقا، پیغمبر اسلام، کیا محمد بچپن ہی سے پیغمبر تھے؟ کیا محمد SLAVONIE ENOCH کو جانتے تھے؟ کیا محمد مخلص تھے؟ کیا بابل میں محمد کا ذکر ہے؟ محمد اسلام میں، کیا عیسیٰ نے احمد کی پیشین گوئی کی تھی؟ محمد کے بارے میں عیسیٰ کی نام نہار پیشین گوئی کی ماہیت۔ محمد شخصیت و حیات، محمد اور قرآنی اسلام، امی پیغمبر، کیا محمد کھڑھ سکتے تھے؟ محمد کا نظریہ دینی، محمد کی بعثت، معراج محمد، محمد اور قرآن۔ محمد کی پیغمبری کی اساس وغیرہ ان کے علاوہ چند مضامین تبرکات و روایات کے بارے میں بھی ہیں جیسے خواب میں رسول کی زیارت، محمد بے بارے میں روایات کا ارتقا، پیغمبر کے تبرکات، موے مبارک، محمد کی طلسماتی قرستا وغیرہ۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ دل چسپی سے قابلِ تہذیب ہے کہ اس نصف صدی کی مدت میں اسلام پر یہودی اور عیسائی اثرات و نفوس کے بارے میں صرف گنتی کے چند مضامین ہی لکھے گئے تھے جیسے گوٹن (GOITEN) کا مضمون "محمد پر یہودیت کا اثر" یا بیل کا مضمون

” محمد کا علم قرأت وغیرہ۔“

اہمیت و تعداد کے اعتبار سے درسرا درجان مضامین کا ہے جن کو ہم فن سیرت نگاری کے ذیل میں شمار کر سکتے ہیں۔ ان کی بھی اتنی ہی تعداد ہے اور ان میں ابتدائی مسلم مآخذ سے لیکر یورپی سوانح نگاروں اور مورخوں کی تصانیف پر تبصرہ و تجزیہ کیا گیا ہے۔ جدید تحقیقات میں سیرت نبوی پر کلیم کا مضمون اور سیرت نبوی کے ابتدائی مؤلفین اور ان کی کتابوں پر جوزف ہوردرتس (JOSEPH HOROVITZ) کا مضمون معلومات اور تحقیق کے اعتبار سے بڑے قیمتی ہیں۔ نکلسن (NICHOLSON) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نامعلوم مصنف کی سیرت کتاب من صبر نظر کا تجزیہ کیا ہے اور جے رابسن (ROBSON) نے ابن اسحاق کے یہاں اسرار کے اسعماں پر روشنی ڈالی ہے۔ جیفری نے ”تاریخی حمد“ کو تلاش کیا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں سیرت کے مورخوں پر جو کچھ لکھا گیا اس میں جے جے سائڈرز (SAUNDERS) کا مضمون ”محمد یورپ میں“ کا نا اہمیت کا حامل ہے کیونکہ مضمون نگار نے رسول کریم کی سیرت کے یورپی تعبیرات سے بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلر اور تھامپسن نے سیرت نبوی کے دو نامعلوم مخطوطات پر روشنی ڈالی ہے۔ مونٹگمری واٹ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کارٹائن کے خیالات کا تجزیہ کیا ہے جبکہ ایس ایم زرمبر (S.M. ZWEMBER) نے انڈیا کے ٹور کی کتاب محمد پر تبصرہ کیا ہے۔ ایف ایچ فاسٹر (F.H. FOSTER) نے اپنے مخصوص انداز میں رسول کریم کی ایک خود نوشت سیرت لکھ دی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء و محققین نے ابن اسحاق کی سیرہ، ابن العربی کی شجرۃ الامون، باطلان کے تصور و معجزات پر بحث کی ہے۔ آربی سرجنٹ (R. S. SEARJEANT) نے کلیم کے ابن اسحاق کے انگریزی ترجمہ پر بحث کے علاوہ دستور مدینہ وغیرہ پر متعدد مضامین لکھے

ہیں اور ان کا تجزیہ کیا ہے۔ جبکہ موننگم واط نے ابن اسحاق کی کتاب کے بارے میں بحث کی ہے۔ آبرہ نے سیرت منظوم پر مقالہ لکھا ہے اور اس کا

باور تھ (C. E. BOSWORTH) نے ہنری ڈی بورنیر (HENRI DE

BORNIER) کے ڈنامہ MAHOMET کا تجزیہ کیا ہے۔ واط نے علامہ شبلی

نغانی کی سیرت النبی پر بڑا طویل اور مفصل تبصرہ کیا ہے۔ علامہ مغربس کی فن

سیرت نگاری کے مختلف گوشوں کے بارے میں تبصرے اور تجزیے سے

خواہ ان کا اتفاق کسی نوع سے ہو معلومات و تحقیق کی نئی سمتیں مسلم ہوتی

ہیں اور ان سے فن سیرت نگاری کے ارتقا میں یقیناً مدد ملے ہے۔

خاص تاریخی نقطہ نظر سے اہم مضامین کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت

کم ہے۔ عہد نبوی کی سیاسی تاریخ پر مضامین کی تعداد دس سے کچھ متجاوز ہے۔

اس سے علامہ مغربس ڈسپیکر مورخین یورپس کی تاریخ نگاری کے اعزاز کا نشان

ملتا ہے۔ جے ایم بی جونسن نے ابن اسحاق اور راندی کے بیان کردہ

عائکہ کے خواب، راتہ نخلہ اور غزوات رسرا یا کی توفیق پر مضامین لکھے

ہیں۔ ایم جے کسٹر (M. J. KISTER) کا مضمون "غزوة بنو نضیر کے بارے

میں ایک پیپیری متن پر تبصرہ کے نام سے ہے جو نئی معلومات دیتا ہے۔ اسی

مضمون نگار کے در مضمون "برمعووند اور بازار رسول کے بارے میں ہیں۔ آرسائن

(R. SIMON) نے معاذی نبوی کا مختصر جائزہ کیا ہے۔ جے برائن (BRYAN) نے

کا مضمون رسول کریم کے یہود و نصاریٰ سے تعلق و اختلافات پر ہے۔ جبکہ

ٹروڈ برج (TROWBRIDGE) کا مضمون آپ کے نظریہ بہا پر ہے۔ سرنگار

نے یہودی قریش کی سنرا اور سیرت کے ماخذ کا مطالعہ کیا ہے۔ سیاسی نوعیت

کے درمیان مضامین کے عنوانات ہیں، دستور مدینہ، ہجرت کا راستہ، بیت

عقبہ اولیٰ و ثانیہ، پیغمبر کا ایک اور خط و غیرہ۔ اسی طرح عہد نبوی کی سماجی

تاریخ پر صرف گنتی کے چند مضامین ہیں۔ ان میں "ابتدائی اسلام میں سماجی

اخوت، اسلام کا سماجی پس منظر، رسول کریم کے بیہوش صحابہ، رسول کریم کے عورتوں سے روابط وغیرہ اہم ہیں۔ باقی مضامین بالکل فرسودہ ہیں۔ انتظامی اداروں پر درجہ مضامین ہیں ان میں دستور مدینہ پر مضمون کا ذکر اچکا ہے اور دوسرا نیم دار کی رسول کریم کا عطیہ اراضی (قطیعہ) ہے۔ اسی نوع کے درجہ اور مضامین بعد میں چھپے ہیں۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یورپ کی بعض اہم شخصیات سے تقابلی مطالعہ نسبتاً زیادہ کیا گیا ہے اور اس موضوع پر مضامین کی تعداد دس بار سے زیادہ ہے۔ یورپی مصنفین کا یہ ایک محبوبہ دیندہ موضوع رہا ہے۔ جن یورپی شخصیات سے آپ کا تقابلی مطالعہ موازنہ کیا گیا ہے ان میں پیرین (PIRENNE) شاریمان (CHARLEMAGNE) ہرقل (HERACLIUS) رورک (RURIC) وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بعض پر مستقل تصانیف بھی لکھی گئی ہیں۔ انتظامی موضوعات یا تہذیبی تمدنی مسائل پر مضامین کی تعداد کافی کم ہے جو زیادہ تر آنری رہائی میں لکھے گئے ہیں ان میں سے ایک عہد نبوی میں مکہ کی انتظامی ناکہ بندی پر جلد ہی شائع ہوا ہے۔ ایک طرح سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نوع کے مضامین ابھی تک گذشتہ برسوں میں بہت کم لکھے گئے ہیں لیکن اب اس طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس مدت میں یورپی علماء جو مضامین لکھے ہیں ان کے مذکورہ بالا تجزیہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ابھی تک یورپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرہ حیثیت و مقام کو طے نہیں کر سکا ہے اور دل کے یقین اور دماغ کا شمار کے درجہ پر حیرت زدہ شدہ کھڑا تک رہا ہے کہ کدھر گیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مشرقین کے علمی نقطہ نظر میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ اب ان کے مطالعات زیادہ علمی، معروضی اور تحقیقی ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کارجمان علمی خدمت کی جانب نہ کر اسلام اور اسکے عظیم ترین رسول کو معطلوں کرنے کی جانب۔ وہ باری طرح تعصبات سے خالی نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں لیکن انکی تمام تحریروں کو بلا استثناء متعصبانہ قرار دینا ہماری اپنی جہالت اور تعصب کا مظاہرہ ہو گا۔